قادیانیت' کل اور آج

حضرت امی عائشہ صدیقہؓ کا قول ہے: ''حق کا پرستار کبھی ذلیل نہیں ہوتا' چاہے سارا زمانہ اس کے خلاف ہو جائے' باطل کا پیروکار کبھی عزت نہیں پاتا' چاہے چاند اس کی پیشانی پر نکل آئے۔''

منکرین ختم نبوت کا اصطبل' شہر ارتداد ''ربوہ'' جسے سدوم' عمورہ اور ادمہ کا جڑواں بھائی بھی کہا جاتا ہے' آج کل اپنے مکینوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ''دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو'' کی زندہ تفسیر بنا ہوا ہے..... سر فرانسس موڈی نے اپنے اس ''خود کاشتہ پودے'' کو ضلع جھنگ میں دریائے چناب کے کنارے پرانا آنہ فی مرلہ کے حساب سے 1033 ایکڑ' 7 کنال' 8 مرلے زمین 100 سالہ لیز پر عطا کی۔

قادیانی اس شہر کی ''کرامت'' یہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں کبھی سیلاب نہیں آیا۔ اس ''مصرعہ طرح'' پر مجاہد ختم نبوت اور حاضر طبع آغا شورش کاشمیریؒ نے یہ گرہ لگائی تھی کہ لاہور کی ''ہیرا منڈی'' کی بھی یہی کرامت ہے' وہاں بھی کبھی سیلاب نہیں آیا۔ جن لوگوں نے گھر کے بھیدی جناب شفیق مرزا کی کتاب ''شہر سدوم'' پڑھی ہو وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے لنکا ڈھا کر کس خوبصورتی سے ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں علاقے اپنے مزاج' گفتار اور کردار کے اعتبار سے آپس میں کتنی مماثلت رکھتے ہیں۔ ربوہ' جہاں سے ''پاپ شاہی میں عدالتی فرعونیت کے ناسور'' جسٹس منیر ایسے عیاش طبع قادیانی نواز' صاحبان اقتدار کی راتوں کو رنگین ولطیف بنانے کے لیے ''لجنہ'' کی ایمان شکن حسینائیں (قادیانی حوریں) مہیا کی جاتی رہیں' آج بھی اس ''پروڈکٹ'' کی ساخت پرداخت میں کوئی اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ''سلسلہ قادیانیہ'' کے سلوک کی یہ ''منزل'' پوری آب وتاب کے ساتھ آج بھی جاری وساری ہے۔

بد بخت جسٹس منیر کا ذکر آیا تو اس کا تعارف بھی ضروری ہے۔ اس کا کردار عدلیہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ ایک حوالہ پڑھیے اور سوچیئے کہ کس قماش کے لوگ قادیانیوں کی سرپرستی کرتے رہے۔ معروف دانشور جناب پروفیسر محمد سلیمان دانش اپنے مضمون "پاکستان کی اسلامی اساس پر حملہ" میں "جسٹس منیر" کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"جسٹس منیر کس عقیدے کے آدمی تھے؟ اس کا کچھ حال جناب الطاف گوہر کی زبانی سنیئے۔" مجھے خبر ملی کہ جسٹس منیر بیمار ہیں اور ان کے صحت یاب ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ میں عیادت کیلئے ان کے گھر گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھالیا۔ باتیں کرتے کرتے انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا الطاف گوہر! تمہیں معلوم ہے کہ خدا کے وجود کے بارے میں میرے دل میں کئی سوال ہیں۔ موت کے بعد اگر میرا اللہ تعالیٰ سے سامنا ہوا تو میں کیا کروں گا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ عمر بھر توہین عدالت کا سنتے رہے۔ توہین عدالت کے مقدمہ کی سماعت اس وقت تک شروع نہیں ہوتی جب تک ملزم اپنے جرم کا اعتراف نہ کرے اور اپنے آپ کو عدالت کے رحم و کرم پر نہ چھوڑ دے۔ آپ یہی کیجئے۔ خداوند کریم کے سامنے پیش ہوتے ہی اپنے جرم کا اعتراف کر لیجئے اور اپنے آپ کو خالق دو جہاں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیجئے۔ وہ بڑا تواب الرحیم ہے۔" منیر صاحب کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ آپ نے میرا کندھا تھپتھپایا اور آنکھیں بند کر لیں۔ چند روز بعد آپ وفات پا گئے۔ میں نے بڑے خلوص سے ان کے لئے رحمت خداوندی کی دعا کی"۔

جو شخص ساری عمر مسلمان کہلاتا رہا' مسلمان معاشرے میں رہ کر جملہ حقوق اور مراعات حاصل کرتا رہا' حتیٰ کہ چیف جسٹس آف پاکستان کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوا' وہ اندر سے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں مذبذب تھا۔ ایسے جج کو "قرارداد مقاصد" کیسے ہضم ہوتی۔ اسے تو سیکولر ہی ہونا چاہئے تھا۔ ویسے الطاف گوہر جسٹس منیر صاحب کی دلجوئی میں دور کی کوڑی لائے' ورنہ موت کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ایمان بالغیب مطلوب ہے۔ جب غیب' غیب نہ رہا تو پھر ایمان کس پر۔ میدان حشر میں تو سب غلط کار پچھتائیں گے اور طرح طرح کے بہانے تراشیں گے۔ پچھتاوا مبارک ہے مگر اس زندگی میں۔" (روزنامہ نوائے وقت لاہور 7 جولائی 2000ء)

ملک میں پہلا مارشل لاء 6 مارچ 1953ء ٹھیک ساڑھے دس بجے صبح کو لگایا گیا۔ یہ مارشل لاء جزوی تھا جو کہ صرف لاہور تک تھا اور اس کا مقصد تحریک ختم نبوت کو کچلنا تھا۔ لیکن قابل توجہ امر یہ ہے کہ یہ مارشل لاء لگانے کا حکم کابینہ کے مشورہ اور وزیر اعظم کی اجازت کے بغیر اس وقت کے سیکرٹری دفاع

سکندر مرزا نے دیا تھا۔ لاہور ایریا کے کمانڈر اور چیف مارشل لاء منتظم جنرل اعظم خان جس کے منہ کو خون لگ چکا تھا، نے 6 مارچ کو مارشل لاء لگا دیا اور اس کے ضابطوں کی خلاف ورزی پر سزاؤں کے لیے فوجی عدالتیں قائم کر دیں۔ اس وقت جسٹس منیر لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھے۔ مارشل لاء اور اس کے تحت دی گئی سزاؤں کے خلاف ایک درخواست لاہور ہائی کورٹ میں دائر کی گئی جسے چیف جسٹس منیر اور دوسرے ججوں نے سماعت کیا۔ اس مقدمہ میں جسٹس منیر نے مارشل لاء اور اس کے تحت دی گئی سزاؤں کی روک تھام کے لیے کوئی موثر فیصلہ نہ کیا اور یوں مارشل لاء اور عدلیہ کے درمیان ایک لامتناہی کشمکش کا جو سلسلہ جاری ہوا، اس میں مارشل لاء کے حکام نے 1953ء کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیشہ اپنے فوجی اقدامات اور تعزیری سزاؤں کو قانونی تحفظ دلوانے کی روایت پر عمل کیا۔

پاکستان کی سیاسی تاریخ کا دوسرا اہم فیصلہ جو کہ ہمیشہ کے لیے پاکستان کی تاریخ کا سیاہ باب بن گیا اور آنے والے تمام اہم واقعات پر اس کی گہری چھاپ رہی، وہ سپریم کورٹ کا وہ فیصلہ تھا جو کہ 1954ء میں دستور ساز اسمبلی کے توڑے جانے کے گورنر جنرل کے اقدام سے متعلق تھا۔ گورنر جنرل نے 24 اکتوبر 1954ء کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کا خاتمہ کر دیا اور یوں دستور ساز اسمبلی نے ملک کے لیے جو آئین تیار کر لیا تھا اور صرف اس کی رسمی منظوری باقی تھی، وہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ دستور ساز اسمبلی کے صدر جناب مولوی تمیز الدین خان نے کمر ہمت باندھ کر سندھ ہائی کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ عدالت نے 9 فروری 1955ء کو فیصلہ سنایا۔ عدالت نے 83 صفحات پر مشتمل اپنے فیصلے میں گورنر جنرل کے اسمبلی توڑنے کے اقدام کو کالعدم قرار دے دیا۔ وفاقی حکومت نے سندھ ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ چیف جسٹس، جسٹس منیر نے اپنے 138 صفحات کے طویل فیصلہ کے ذریعے سندھ ہائی کورٹ کے فیصلہ کو یکسر بدلتے ہوئے حکومت کی اپیل منظور کر لی اور یوں عدالتی دہشت گردی کی بنیاد رکھ دی گئی۔ جسٹس خدا بخش مری کے الفاظ میں ''جسٹس منیر کے اس فیصلے سے گویا ''پنڈورا بکس'' کھل گیا۔ اس سے مستقبل کی عدالتوں میں الفاظ کی جنگ شروع ہو گئی جو بدقسمتی سے آج تک جاری ہے''۔ مقدمہ کا اہم سوال یہ تھا کہ آیا گورنر جنرل کا دستور ساز اسمبلی برخاست کرنے کا اقدام ''صحیح'' تھا یا ''نہیں'' عدالت نے اس کا جواب ''ہاں'' میں دیا اور گورنر جنرل کے اقدام کو درست قرار دیا اور اس کے لیے ''نظریہ ضرورت'' کا سہارا لیا۔ پاکستان کی عدلیہ میں ''نظریہ ضرورت'' کا یہ پہلا تعارف تھا اور پھر تو گویا اس نظریہ نے ہمارے ہاں مستقل پڑاؤ ہی ڈال لیا۔

معروف دانشور جناب قدرت اللہ شہاب اپنی شہرہ آفاق کتاب ''شہاب نامہ'' میں لکھتے ہیں۔

''فیڈرل کورٹ نے گورنر جنرل غلام محمد کی کھودی ہوئی قبر پر جو قانونی پل تعمیر کیا وہ ''نظریہ ضرورت'' کے

ستون پر کھڑا کیا گیا تھا۔ قانون کی یہ شاخ ہمارے امور سلطنت میں پہلی بار 1955ء میں داخل ہوئی اور بیس پچیس برس میں پھل پھول کر یہ ایسا تنومند درخت بن گئی جس کے سائے کے نیچے دب کر دوسرے بہت سے قوانین کی باڑھ ماری گئی۔ جس زمانے میں یہ ریفرنس فیڈرل کورٹ کے زیر غور تھا، میں نے دیکھا کہ میرا ڈپٹی سیکرٹری فرخ امین ہر دوسرے تیسرے روز مجھے بتائے بغیر لاہور آ جا رہا تھا۔ ایک روز میں نے اُسے ڈانٹا کہ میری اجازت کے بغیر وہ اتنی بار لاہور کیوں آ جا رہا ہے؟ اس نے صاف گوئی سے کام لے کر مجھے بتایا کہ وہ گورنر جنرل کا کوئی خفیہ پیغام "کوڈ ورڈز" کی صورت میں چیف جسٹس منیر کے پاس لے جاتا ہے اور وہاں سے اسی طرح کوڈ ورڈز کی صورت میں چیف جسٹس کا پیغام گورنر جنرل کو دے دیتا ہے"۔ (شہاب نامہ ص 654,653)

جسٹس منیر کے فیصلے کے بعد نئی دستور یہ وجود میں آئی، اسے صوبائی اسمبلیوں نے منتخب کیا تھا۔ نئے قانونی نظام کے مطابق انتخابات کی تیاریاں زوروں پر تھیں کہ 7 اکتوبر 1958 کی رات ساڑھے دس بجے صدر سکندر مرزا نے نہ صرف 23 مارچ 1956 کا آئین منسوخ کر دیا بلکہ قومی پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو بھی برخاست کر دیا۔ اس فیصلہ کے خلاف 13 اور 19 اکتوبر 1958ء کو سپریم کورٹ میں آئینی فوجداری اپیلوں پر بحث ہوئی۔ ان اپیلوں پر 27 اکتوبر 1958 کو فیصلہ سنایا گیا جس میں حکومت کی اپیل کو منظور کرنے کے لیے جسٹس منیر استدلال کی نئی قوت کے ساتھ میدان میں اترے اور "کامیاب انقلاب" کا نظریہ پیش کیا، اس کیس کا عنوان "مملکت بنام ڈوسو" تھا۔ جسٹس منیر نے فوجی بغاوت کو درست قرار دیا کیونکہ وہ کامیاب بغاوت تھی۔ فیصلے میں قرار دیا گیا کہ صدر کا 7 اکتوبر کا جاری کردہ اعلان اچانک سیاسی تبدیلی اور ایک انقلاب کے مترادف ہے۔ جسٹس منیر کا یہ فیصلہ طاقت کے بل پر اقتدار پر قبضہ کرنے کے خواہاں طالع آزماؤں کے لیے ایک نشان راہ ثابت ہوا۔

ہم اگر کہہ دیں کوئی بات تو کافر کہلائیں
شیخ کہہ دے تو وہی بات کرامت ٹھہرے

قادیانیت سیاہ راکھ کا بگولہ ہے جس میں سینکڑوں خبیث روحیں چکرا رہی ہیں۔ "کالی تہذیب و تمدّن" کے شہر ربوہ کے مرگھٹ کی ہر سادھی پر لکھا ہوا ہے کہ یہ مردہ اور اس کی ہڈیاں یہاں امانتاً دفن ہیں؛ حالات سازگار ہونے پر اکھنڈ بھارت کے قیام اور پاکستان کے انہدام کے بعد انہیں قادیان (بھارت) منتقل کیا جائے گا...... ربوہ ...... جہاں قادیانی لیٹرینوں پر "کلمہ طیبہ" لکھا جاتا ہے...... (نعوذ باللہ) جہاں علی الاعلان آنجہانی مرزا قادیانی کو "محمد رسول اللہ" کہہ کر پیش کیا جاتا ہے...... جہاں تحریف شدہ قرآن مجید شائع کر کے پوری دنیا میں پھیلائے جاتے ہیں...... جہاں "ناتکہ عالم" اور حکیم نورالدین کی داشتہ نصرت جہاں بیگم کو "ام المومنین" کے روپ میں پیش

کیا جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)...... ربوہ...... جہاں کوئی غیر قادیانی (مسلمان) حتیٰ کہ صدر مملکت بھی مطلق العنان "خلیفہ" کی اجازت حاصل کیے بغیر داخل نہ ہو سکتا تھا...... جہاں "ریاست اندر ریاست" قائم تھی، جس کا اپنا ایک سیاسی نظام ہے، جن کے اپنے اسٹام پیپرز، بینک، دارالقضاۃ (تھانہ)، کیلنڈر (مہینوں کے نام وغیرہ) ہیں۔ جہاں خلافت کے نام پر ایک آمرانہ نظام وضع کیا گیا ہے، جس کی چیرہ دستیوں سے حق کا متلاشی کوئی قادیانی محفوظ نہ ہے...... "مربیان" کی اکثریت پیٹ کی مجبوریوں کی وجہ سے ذلت اور خواری پر مجبور ہے، جہاں مذہب کے نام پر تجارت ہوتی ہے...... جہاں جنت اور دوزخ کے نام پر لوگوں کو بے وقوف بنایا جاتا ہے" "جہاں شاہی خاندان" کے افراد، اخلاق باختگی، حرام گردی اور سیاہ کاری کو اپنا آبائی فریضہ اور "موروثی حق" گردانتے ہیں۔ ربوہ جسے قادیان کے کالے پوپوں نے "ویٹیکن سٹی" بنانے کی ناکام کوشش کی، جہاں سے ان کا اپنے مرکز حیفہ (اسرائیل) سے براہ راست رابطہ برقرار رہتا ہے، جہاں ریٹائرڈ قادیانی فوجی افسروں پر مشتمل "فرقان فورس" اور خدام الاحمدیہ" ایسی تربیت یافتہ بدنام زمانہ دہشت گرد تنظیمیں پاکستان دشمن طاقتوں کے ایماء پر ملکی امن وامان غارت کرنے کے لیے ہر وقت تخریبی سازشوں کے جال بنتی رہتی ہیں...... جہاں خلیفہ سے معمولی اختلاف کرنے والے "گستاخ" کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، جہاں 1967ء میں سقوط بیت المقدس، 1971 میں سقوط ڈھاکہ، 1974 میں شاہ فیصل کی شہادت، 1979 میں ذوالفقار علی بھٹو کی سزائے موت، 1988 میں جنرل ضیاء الحق اور پاک افواج کے دیگر اعلیٰ افسران کی اجتماعی شہادت، 1998 میں بھارتی ایٹمی دھماکوں اور دسمبر 2001 میں افغانستان پر امریکی قبضہ کی خوشی میں خدام الاحمدیہ کے بدمست نوجوانوں اور لجنہ کی مدہوش حوروں نے مخلوط اور محظوظ جشن منایا۔ جہاں 313 درویشوں کے روپ میں "ذریۃ البغایا" قادیان سے کھلے بندوں آتے جاتے ہیں۔ جہاں قادیانی جلسوں میں (نعوذ باللہ) "احمدیت زندہ باد" .... "محمدیت مردہ باد" ...... "مرزا قادیانی کی جے" ...... کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ جہاں پاک فضائیہ کے سابق سربراہ ایئر مارشل ظفر چودھری نے جہازوں کی ایک ٹولی کی قیادت کرتے ہوئے 1973ء میں اپنے "خلیفہ" مرزا ناصر کو سلامی دی تھی، اس موقع پر قادیانی خلیفہ نے اپنے پیروکاروں کو خوشخبری دی کہ "پھل پک چکا ہے...... جلد ہی ہماری جھولی میں گرنے والا ہے" ...... علیٰ ہذا القیاس ربوہ میں اسلام اور پاکستان کے خلاف اتنی سازشیں تیار ہوتی ہیں کہ "سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے"

لیکن "لکل فرعون موسیٰ" کے مصداق جب بھی کوئی فرعون پیدا ہوتا ہے تو قدرت اس کی سرکوبی کے لیے موسیٰ کا اہتمام بھی کر دیتی ہے۔ جرات و بہادری کی ایمان پرور داستانیں رقم کرنے

والے جذبہ اسلام سے سرشار محافظان ناموس رسالت ﷺ بالخصوص سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا لال حسین اخترؒ مولانا محمد حیاتؒ ماسٹر تاج الدین انصاریؒ مولانا داؤد غزنویؒ مولانا ظفر علی خانؒ مظفر علی شمسیؒ مولانا عبدالستار خان نیازیؒ سید ابوالحسنات شاہ قادریؒ مولانا محمد شریف جالندھریؒ سید محمد یوسف بنوریؒ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ آغا شورش کاشمیریؒ مولانا تاج محمودؒ مولانا اللہ وسایا مدظلہ اور تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مجاہدین ختم نبوت کے پرعزم اور پرہمت کارواں نے اپنی پرخلوص اور مجاہدانہ کوششوں سے قادیانیت کے قلعے کی بنیادیں ہلادیں۔ انہوں نے اپنے خون جگر کے روغن سے تحفظ ختم نبوت کے چراغ جلائے اور لہو کے قطروں کے بیج بوکر عشق ومحبت کے پھول اگائے۔

یہ دشمنانِ ایمان وآگہی اور رہزنان تمکین وہوش اور بے دین وفرعون صفت قادیانی اور قادیانی نواز اہل اقتدار یکاین کو انگور زہر کو امرت ظلمت کو اجالا اور پیتل کو زر خالص تسلیم کروانے پر مصر تھے۔ وہ ٹانک دائن کی بدمستی میں ختم نبوت کا چراغ پھونکوں سے بجھانے کی ناپاک سازش کرتے اور مجاہدین ختم نبوت پر اژدھوں کی طرح پھنکارتے...... مگر نور ایمان کے حامل پاسبان ختم نبوت نے ارباب ستم کی سنگینوں کے سائے میں ناقابل فراموش سرفروشی وجاں نثاری کے مناظر پیش کرکے کلمہ حق بلند کیا اور برٹش امپریلزم کے ایجنٹوں کو ان کے مکروہ عزائم سمیت ملیامیٹ کردیا۔ سرفروشان ختم نبوت اپنے سروں کی فصل کٹوا کر یمامہ کے شاہسواروں کے ہم رکاب ہوئے اور اس طرح بارگاہ رسالت ﷺ میں باریاب ہوئے۔

تحریک ختم نبوت 1953 کی وجوہ کیا تھیں؟ حالات واقعات کے مطابق قادیانی پورے ملک میں اپنے باطل مذہب کی کھلم کھلا تبلیغ کرتے اسلام دشمن لٹریچر تقسیم کرتے سرعام جلسوں میں دل آزار تقاریر کرتے اسلام کی مقدس شخصیات کا مذاق اڑاتے...... ربوہ سٹیٹ کے اندر سٹیٹ کی حیثیت رکھتا تھا۔ کوئی شخص خواہ کتنی ہی حیثیت کا مالک کیوں نہ ہوتا قادیانی خلیفہ کی اجازت کے بغیر شہر کے اندر داخل نہ ہوسکتا تھا۔ حکومت کے مقابل ان کا اپنا قانون اپنی عدالتیں اور اپنا نظام تھا۔ یہ سب کچھ کلیدی عہدوں پر فائز قادیانیوں کی سرپرستی میں ہوتا جنہیں وزیر خارجہ سرظفر اللہ خاں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ تحریک کے دوران جس چیز نے جلتی پر تیل کا کام کیا وہ نشتر پارک کراچی کے ایک جلسہ عام میں سرظفر اللہ خاں کی ایک انتہائی اشتعال انگیز تقریر تھی جس میں انہوں نے اسلام کو "مردہ مذہب" اور قادیانیت کو "زندہ مذہب" قرار دیا۔ اس پر مسلمانوں میں فطری طور پر غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ خواجہ ناظم الدین۔ نے کابینہ کے ایک اجلاس میں سرظفر اللہ کو مذکورہ جلسہ میں شرکت سے منع کیا تو سرظفر اللہ خاں نے دوٹوک

الفاظ میں کہا کہ "وہ سب سے پہلے احمدی ہیں اس کے بعد کچھ اور"۔ نوائے وقت کے بانی جناب حمید نظامی نے کہا تھا کہ "سر ظفر اللہ خاں کی وجہ سے بیرون ممالک پاکستانی سفارت خانے قادیانیت کی تبلیغ کے اڈے بن چکے ہیں" ان حالات میں مسلمانوں کے مطالبات کہ

۱۔ قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بناء پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے

۲۔ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے

۳۔ وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں کو برطرف کیا جائے۔

بالکل درست تھے۔ بجائے ان مطالبات پر ہمدردانہ غور کیا جاتا' الٹا مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا گیا...... ان کا قصور کیا تھا؟...... جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خان اپنے ایک فیصلے میں لکھتے ہیں۔

"عام لوگ یعنی امت مسلمہ قادیانیوں کی سرگرمیوں اور ان کے مذہب کی مزاحمت و مخالفت کرتی ہے تاکہ ان کے مذہب کا اصل دھارا پاک صاف اور غلاظت سے محفوظ رہے اور امت کی یکجہتی بھی برقرار رہے"

جناب جسٹس عبدالقدیر چوہدری نے کیا خوبصورت بات کہی ہے کہ

"اس خطے کے مسلمانوں کے نزدیک سب سے قیمتی چیز ایمان ہے اور وہ کسی ایسی حکومت کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں جو ان کے ایمان کا تحفظ نہ کر سکے اور انہیں دھوکہ دہی سے نہ بچا سکے۔"

آج آئین و قانون نے تحریک ختم نبوت کے مطالبات پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور سپریم کورٹ کے فیصلوں نے تو گویا تحریک کی ترجمانی کر کے 53 کے جابر اور سفاک حکمرانوں کا منہ کالا کر دیا ہے...... کوئی جائے اور ان کی قبروں پر تھوک کر کہے کہ تم نے جس قادیانیت کو اسلام کے مقابلہ میں لانے کی کوشش کی تھی' آج وہ بذات خود گالی بن چکی ہے۔ سپریم کورٹ نے ہر قادیانی کو رسوائے زمانہ گستاخ رسول "رشدی" سے تشبیہ دی ہے...... قادیانیوں کے لئے اس سے بڑی اور کیا ذلت ہو سکتی ہے۔

تحریک ختم نبوت کے قاتلوں میں ایک نام ملک غلام محمد کا بھی آتا ہے۔ ننگ ملت' ننگ دیں' ننگ وطن...... اس کا ذہنی توازن ٹھیک نہ تھا۔ وہ فالج اور ہائی بلڈ پریشر کا مریض تھا اور چلنے پھرنے سے بالکل معذور۔ اس لیے اکثر مریضوں والی کرسی پر بیٹھ کر گورنر ہاؤس کا گشت کیا کرتا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں رعشہ تھا اور وہ اپنے دستخطوں کے علاوہ مزید کچھ لکھنے کے قابل نہ تھا۔ فالج نے اس کی زبان اور چہرے کے حصے کو متاثر کیا تھا جس کی وجہ سے اس کی گفتگو کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ غصے میں چیخ چیخ

کر بولتا تو منہ سے جھاگ نکلنے لگتی۔ پھر تھوتھو کرنے لگتا جس سے اس کا کوٹ اور آستین بری طرح گندے ہو جاتے اور پھر اس کی خوبرو سیکرٹری مس بورل جسے وہ امریکہ سے ایک سرکاری دورہ میں پسند کر کے اپنے ساتھ لایا تھا' صاف کرتی۔ اس کے ذہن کا عضلاتی نظام اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ وہ کھانے پینے کی کوئی شے بھی منہ میں ڈالتا تو اس کا کچھ حصہ دونوں کونوں سے باہر گرتا رہتا تھا۔ اس کے باوجود اس کا سازشی ذہن بہت تیزی سے سازش بنتا۔ بقول پروفیسر جمیل احمد عدیل ''قطع نظر وہ امور مملکت کیسے چلاتے تھے۔ گالیوں کی ادائیگی کا کام بڑی عمدگی سے چلاتے رہے۔ اپنے آفس میں انہوں نے بڑی مقفّی و مسجع گالیوں کا ایک طویل مگر خوش خط چارٹ آویزاں کروالیا تھا۔ جسے جو گالی دینا مطلوب ہوتا' ملک صاحب اس خاص گالی کو اپنی چھڑی کی نوک لگا کر اپنے جذبات کا اظہار کر دیتے۔''

؎ اور اک تو ہے کہ تیرا سایہ بھی نجس

تحریک ختم نبوت 1953ء کے ہزاروں شہدا کے قاتلوں میں سکندر مرزا کا نام بھی سرفہرست ہے۔ اس کے بارے میں بھی پڑھیے اور غور کیجئے کہ کیسے کیسے سفاک اور جلاد پاکستان پر مسلط رہے۔

1952ء سے اکتوبر 1958ء تک سکندر مرزا پاکستان کے مطلع سیاست پر اس طرح چھائے رہے کہ ان کی ہیبت اور دبدبے کا شہرہ چار دانگ عالم میں تھا۔ ان کے اشارہ ابرو کے بغیر پاکستان میں کوئی پتا تک نہیں ہلتا تھا' وہ مشرقی پاکستان کی گورنری کے عہدے پر فائز رہے' پھر انہوں نے مرکزی حکومت میں سیکرٹری داخلہ اور دفاع کے فرائض سرانجام دیئے' پھر ایوان صدر کراچی کی غلام گردشوں میں کوئی ایسا کھیل کھیلا کہ مفلوج و معذور ملک غلام محمد کو نکال باہر کیا اور قائداعظمؒ کی کرسی پر مسلط ہو گئے۔ ان کے دور میں چودھری محمد علی' سہروردی' چندریگر اور پھر ملک فیروز خان نون کی چھٹی ہوئی۔ اس طرح پاکستان کی سیاست میں انہوں نے وزرائے اعظم کی تقرری اور برطرفی کا ایک ایسا ریکارڈ قائم کیا جس کی شکست کا مسئلہ کسی طالع آزما ''صدر'' کا منتظر ہے۔ وہ اپنے نامزد کردہ پانچویں (جنرل ایوب خان) وزیراعظم کو بھی چھٹی دینے کے لیے تیار ہو گئے تھے لیکن ایوب خان اس کھیل میں ان سے بازی لے گئے اور انہیں بیک بنی و دو گوش ایوان صدر سے ہی نہیں بلکہ ملک سے بھی نکال باہر کیا۔ اپنے دور اقتدار میں ملک کی قسمت کا مالک بننے والے جنرل مرزا کو لندن کے ایک ہوٹل میں منیجر کا عہدہ ہی مل سکا اور اقتدار کے دور میں حاصل کردہ صرف ایک ہی چیز ان کی رفیق سفر رہی یعنی ان کی اہلیہ ناہید سکندر مرزا۔ بیگم ناہید جو پاکستان میں متعین ایک ایرانی پریس اتاشی کی اہلیہ تھیں' کسی تقریب میں سکندر کی نگاہ انتخاب کا معیار ٹھہریں اور جس طرح ایرانی شوہر سے انہوں نے نجات حاصل کی' وہ ایک طویل اور شرمناک کہانی ہے۔

سکندر مرزا نے ملک میں دو مارشل لاء لگائے۔ اس لحاظ سے بھی یہ ایک ریکارڈ ہے۔ تا حال کسی کو یہ ''دوہری سعادت'' حاصل نہیں ہو سکی۔ وہ ملک کے آخری گورنر جنرل اور پھر پہلے صدر مقرر ہوئے۔ یہ ایک ایسا منفرد ریکارڈ ہے جو کبھی بھی نہیں ٹوٹے گا۔ وہ چانکیہ اور میکاولی ازم کا معجون مرکب تھے اور ان سے کام لے کر وہ پاکستانی سیاست کے مرد آہن بن گئے۔ امریکی سفارت خانے اور ایوان صدر کے درمیان گہرے رابطے انہی دنوں استوار ہوئے کہ ان کے صاحب زادے نے امریکی سفیر کی صاحب زادی کو اپنی زوجیت میں لیا اور پھر ان کی اولاد کو ''اموبیہ لارنس مرزا'' کا منفرد نام دیا گیا۔ سیکرٹری دفاع کی حیثیت سے ان کے حکم پر لاہور میں 1953ء کا مارشل لاء لگایا گیا اور پھر انہیں ہی یہ سعادت حاصل ہوئی کہ 1958ء میں انہوں نے اس آئین ہی کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جس کی انہوں نے منظوری دی تھی اور اسی آئین نے انہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا پہلا صدر ہونے کا اعزاز بخشا۔ پھر 26 اکتوبر 1958ء نیم شب ان کو ایوان صدر سے نکال کر لندن کے ایک ہوٹل کی منیجری پر متعین کر دیا گیا۔ سکندر مرزا کا عہد اقتدار ہماری تاریخ کا ایک ایسا حصہ ہے جس کی ایک ایک سطر عبرت کا مرقع ہے۔ انہوں نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے کیا کیا تدبیریں اختیار نہ کیں' سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی ایک نئی روایت کی داغ بیل ڈالی جو اب ایک تن آور درخت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ انہوں نے راتوں رات ری پبلکن پارٹی بنوائی جس کا سربراہ اپنے ایک قدیمی دوست ڈاکٹر خان صاحب کو بنایا اور پھر ان کی سادگی اور خلوص کو اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا۔ سکندر مرزا کے ''کارناموں'' کا جائزہ لیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ پاکستانی قوم نے اپنے مزاج کے خلاف کیسے کیسے حکمرانوں کو برداشت کیا یا کیسے کیسے حکمرانوں نے پاکستانی عوام کے صبر و ضبط کو آزمانے کی کوشش کی۔ اقتدار کے حصول کے لیے کیسے کیسے گھناؤنے کھیل کھیلے گئے اور ملک و عوام کے خلاف ایسی کون سی سازش تھی جو نہیں کی گئی۔ اور اگر قدرت کا دست غیب پاکستانی عوام کے سر پر سایہ فگن نہ ہوتا تو پاکستان اور پاکستانی قوم کا کیا حشر ہوتا' اس کے تصور ہی سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ سکندر مرزا کے بارے میں ان گنت کہانیاں مشہور ہیں۔ ایک کہانی تو یہ ہے کہ اپنے زمانے کے معروف سمگلر قاسم بھٹی نے ان کی اہلیہ کو ایک لاکھ روپے کی مالیت کا ہار بطور تحفہ پیش کیا اور اس کے بدلے ان سے سونے کی سمگلنگ میں سرپرستی کی استدعا کی جو بارگاہ سلطانی میں قبول کی گئی۔ لیکن فوجی حکام نے اس زمانے میں ایک کروڑ روپے کا مالیتی سونا کراچی کے قریب سمندر سے برآمد کر لیا جس پر مرزا صاحب کی خفگی قابل دید تھی۔ اخبارات میں قاسم بھٹی اور سکندر مرزا کی ایک تصویر بھی شائع ہوئی تھی جس میں اپنے اپنے فن کے دو امام کھڑے مسکرا رہے تھے لیکن تقدیر ان پر مسکرا رہی تھی۔ ایک کو قید بامشقت اور دوسرے کو جلاوطنی کی سزا ملی۔ سکندر

کو پھر اپنے پیشرو سکندر اعظم کی طرح اپنے وطن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ کہتے ہیں سکندر اعظم کی پیدائش یورپ (یونان) میں ہوئی۔ موت ایشیا میں آئی اور اسے افریقہ میں دفن کیا گیا۔ اپنے سکندر بھی ایشیا میں پیدا ہوئے یورپ میں مرے اور پھر اس سرزمین میں دفن ہوئے جہاں ان کے پیشرو سکندر کی موت واقع ہوئی تھی۔

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی
ورنہ وہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا

معروف دانشور جناب پروفیسر احمد فریدی اپنے مضمون "میر جعفر حاضر ہو" میں لکھتے ہیں۔

"27 اکتوبر 1958ء کی نصف شب' سکندر مرزا پاکستان کی صدارت سے جبراً مستعفی ہو گئے اور 13 نومبر 1969ء کو انگلستان میں انتقال کر گئے۔ ان کے انتقال کے تیس برس بعد ان کے صاحب زادے (اموبہ لارنس مرزا) نے' جو تیس سال ورلڈ بینک کا نمک کھانے کے بعد اب ریٹائر ہو چکے ہیں' اپنے والد اور ان کے خاندان کے بارے میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "پلاسی سے پاکستان تک۔" اس کتاب میں جو 1999ء میں امریکہ میں شائع ہوئی' پانچ صفحات پر پھیلا ہوا ایک شجرہ نسب ہے' جس میں بڑے فخر سے بتایا گیا ہے کہ سکندر مرزا ساتویں پشت پر میر جعفر کی صلبی اولاد ہیں۔

یہ اکیسویں صدی ہے اور کچھ بعید نہیں ہے کہ قیامت کے وقوع سے پہلے یہ قیامت بپا ہو جائے کہ یزید کا کوئی جانشین بھی اپنے خاندان کی تاریخ' مصدقہ شجرہ نسب کے ساتھ' بڑے فخر سے کوفے' کربلا یا امریکہ سے شائع کرائے۔ وطن عزیز میں اس وقت سراج الدولہ کی کمی ہے نہ میر جعفر کی .... چنانچہ یہاں بھی صرف ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ یہ 1953ء کی بات ہے۔ جب پاکستان اور خصوصاً پنجاب میں تحریک ختم نبوت عروج پر تھی۔ وزیراعظم خواجہ ناظم الدین نے مرکزی کابینہ کا خصوصی اجلاس کیا۔ سکندر مرزا کو جو اس وقت وزارت دفاع کے سیکریٹری تھے' اجلاس میں بلایا گیا۔ وہاں جو کچھ بیتی۔ اس کا احوال سکندر مرزا کے صاحبزادے نے "پلاسی سے پاکستان تک" میں یوں بیان کیا ہے:

"وزیراعظم خواجہ ناظم الدین نے اپنی کابینہ سے پوچھا کہ اب کیا کیا جائے۔ سب چپ رہے۔ وزیراعظم نے سکندر مرزا کی رائے طلب کی' سکندر مرزا جانتے تھے کہ وزیراعظم کی قوت فیصلہ جواب دے چکی ہے۔ انہوں نے وزیراعظم سے تھوڑی دیر کے لئے باہر جانے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملتے ہی سکندر مرزا سیدھے ملٹری انٹیلی جنس کے دفتر پہنچے اور وہاں سے خصوصی ٹیلی

فون کے ذریعے لاہور کے جی او سی میجر جنرل اعظم خان سے بات کی اور کہا'' اعظم! لاہور سول انتظامیہ کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔اس کا انتظام میں اب تمہیں سونپ رہا ہوں۔مارشل لاء لگاؤ اور اس بارے میں کسی کی طرف سے مزید احکام کا انتظار نہ کرو۔ذمہ داری میری ہے۔مارشل لاء لگاؤ' کارروائی کا آغاز کرو اور فتنے کو ختم کر ڈالو۔'' اعظم خان نے کہا'' جناب! کارروائی کا آغاز تو ہو جائے گا لیکن اس میں خاص جانیں بھی جائیں گی۔سکندر مرزا نے کہا'' میں یہ جانتا ہوں۔تمہارا خیال ہے کہ تم کسی کو مارے بغیر یہ کام سرانجام دے سکتے ہو۔'' اس مختصر گفتگو کے بعد' سکندر مرزا' وزیراعظم کے پاس واپس پہنچے اور انہیں مطلع کیا کہ لاہور میں مارشل لاء نافذ ہو گیا ہے۔....

میجر جنرل اعظم خان نے اپنی کارروائی کی اور روداد سکندر مرزا کو بھیجی اور ان کی نقول وزیراعظم کو ارسال کیں۔انہیں پڑھتے ہی وزیراعظم خواجہ ناظم الدین پریشان ہو گئے۔انہوں نے سکندر مرزا سے کہا'' کرنل! میری رات کی نیند اڑ گئی ہے۔فوج اللہ کے نیک بندوں کا قتل عام کر رہی ہے۔سکندر مرزا نے دوبارہ اعظم خان سے لاہور میں بات کی'' احمق! ملاؤں کو ٹھکانے لگانے کے بعد تمہیں یہ مشتہر کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم نے ملاؤں کو گولی سے اڑا دیا ہے؟ اعظم خان نے کہا'' جناب! مجھے کیا الفاظ استعمال کرنے چاہئے تھے؟'' سکندر مرزا نے کہا'' تمہیں کہنا چاہئے تھا کہ تم نے آج اتنے بدکردار لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے'' اس گفتگو کے بعد یہ فارمولا کامیابی سے استعمال کیا جاتا رہا اور خواجہ ناظم الدین کی نیند میں خلل نہیں پڑا''۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور 12 ستمبر 2000ء)

بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دوصد ہزار ابلیس

تحریک ختم نبوت 1953ء کے دوران ایک انتہائی خوفناک واقعہ رونما ہونے والا تھا کہ قدرت نے اپنی غیبی مدد سے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان سے بچالیا۔میجر جنرل حیاء الدین' قادیانی مذہب سے تعلق رکھتا تھا' اس کے متعلق مشہور تھا کہ ان کی رگوں میں خون نہیں' شراب دوڑتی ہے۔وہ ہر محفل میں اپنے کفریہ عقائد کا کھلم کھلا اعلان کرتے' قادیانیت کی تبلیغ کرتے' فوجی بیرکوں اور Officer`s Mess میں لٹریچر تقسیم کرتے' اسلام کے نام پر قادیانی تبلیغی جلسے منعقد کرواتے جہاں ربوہ سے قادیانی سربراہ کی خصوصی ہدایت پر مربی خطاب کرنے کیلئے آتے۔سالانہ قادیانی جلسوں کے لئے سرکاری وسائل بے دریغ استعمال کرتے۔ان ساری سرگرمیوں کی سرپرستی سر ظفر اللہ خان قادیانی کرتے' جو ان دنوں وزیر خارجہ کے عہدے پر فائز تھے۔ان قادیانی حرکات پر اگر کوئی مسلمان افسر احتجاج کرتا تو اُسے کورٹ مارشل کے نام پر خاموش کروا دیا تھا اور سزا کے طور پر وہ عمر بھر اپنے موجودہ

رینک سے آگے نہ بڑھتا جبکہ ہاں میں ہاں ملانے والے افسران پر ترقی کے دروازے وا ہو جاتے۔ یوں پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی بجائے ''قادیانیت'' کی حمایت ترقی کا سبب بنے لگی۔ انہی دنوں پاک فوج میں قادیانیوں نے اس قدر غلبہ پالیا تھا کہ قادیانی گاڈ فادر مرزا بشیر الدین کو خود یہ اعلان کرنا پڑا کہ ''فوج احمدیوں سے بھر چکی ہے' اب احمدیوں کو فوج کا رخ نہیں کرنا چاہیے بلکہ فوج کی طرح گورنمنٹ کے دوسرے اہم محکموں میں بھرتی ہوں تا کہ احمدیت کے ''مقاصد'' پورے ہوں''۔ بدقسمتی سے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پاک فوج کے 17 جرنیلوں میں سے 14 جرنیل قادیانی تھے۔

سفاک مزاج میجر جنرل حیاء الدین کی ڈیوٹی ختم نبوت کے جلوسوں کو ہر ممکن طریقے سے روکنا تھا۔ اس نے پرامن جلوسوں پر بڑی بے دردی کے ساتھ فائرنگ کروائی اور ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر کے جنرل ڈائر کی یاد تازہ کر دی۔ عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ فوجی ٹرک آتے' بے رحم فائرنگ کرتے' لاشیں اٹھاتے اور دریائے راوی کی لہروں کی نذر کر دیتے۔

حکم تازہ ہے ان کو گل کر دو
جن چراغوں سے روشنی ہے بہت

13 مارچ 1953ء بروز جمعۃ المبارک مسلمانوں نے مسجد وزیر خاں لاہور میں ایک پرامن احتجاجی جلسہ اور جلوس کا اعلان کیا تو میجر جنرل حیاء الدین آپے سے باہر ہو گیا۔ اس نے صبح سویرے ہی مسجد وزیر خان کا گھیراؤ کر لیا اور قادیانی افسروں کے ہمراہ مسجد کو ہزاروں مسلمانوں سمیت توپ سے اڑانے کا حکم دیا۔ جبکہ میجر جنرل سرفراز نے مسجد کو ڈائنامیٹ کے ذریعے اڑانے کا مشورہ دیا۔ اس اعلان سے صورتحال انتہائی سنگین ہو گئی۔ دریں اثناء حیاء الدین نے ایک اور شرمناک اور دل آزار حرکت کی کہ وہ جوتوں سمیت مسجد میں داخل ہو گیا اور میگافون پر مسلمانوں کو گندی گالیاں اور دھمکیاں دینے لگا۔ اس دوران شائد حکومت کو معلوم ہو گیا تھا کہ اگر مسجد کو اڑا دیا گیا تو صورتحال کبھی بھی قابو میں نہیں آئے گی جس پر اعلیٰ حکام نے حیاء الدین کی یہ مذموم خواہش اور جسارت ناکام بنا دی۔ یہ اور ایسے ہی کئی دیگر دلخراش واقعات حکومت کے ریکارڈ پر ہیں اور منیر انکوائری ٹریبونل میں واقعاتی اور دستاویزی شواہد کے ساتھ ریکارڈ کروائے گئے مگر درباری فیضی جسٹس منیر نے اپنی رپورٹ میں ان تمام اہم ترین واقعات کا ذکر جان بوجھ کر نہیں کیا اور وجہ یہ بیان کی گئی کہ ایسے واقعات ''مفاد عامہ'' کے خلاف ہیں' انہیں شائع کرنے پر ملک وملت کو ''ناقابل تلافی نقصان'' پہنچ سکتا ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم منیر انکوائری رپورٹ کو ایک نامکمل' جانبدارانہ اور حکومتی دباؤ پر مرتب کی جانے والی رپورٹ کہہ سکتے ہیں۔

؎ میں نے لکھا نہیں ''سرکار'' نے لکھوایا ہے

منیر انکوائری رپورٹ کے سلسلہ میں ایک بات سیکولر، بے دین اور قادیانی نواز دانشوروں کی طرف سے ہمیشہ بڑے شدومد سے کہی جاتی ہے کہ عدالت میں علماء کرام تو ''مسلمان'' کی تعریف پر متفق نہ تھے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ آپ دنیا کے چند بڑے بڑے اہل علم اور دانشوروں کو سچائی کی تعریف (Defination) کرنے کا کہیں تو ان کی بیان کردہ تعریف مفہوم اور نتیجہ کے اعتبار سے متفقہ مگر لفظی طور پر معمولی سی ایک دوسرے سے مختلف ہوگی۔ کیا اس سے سچائی مشکوک ہو جائے گی' تو کیا ہم سچائی کو مطعون کرنا شروع کر دیں اور دانشوروں کا تمسخر اڑائیں بعینہ اس رپورٹ میں ''مسلمان کی تعریف'' کے بارے میں ہوا۔

اعظم خان کے مارشل لاء کے سلسلہ میں ایک بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مارشل لاء کے دوران بلدیہ کو لاہور شہر کی خوبصورتی میں اضافہ کے لئے بجلی کے کھمبوں پر سلور پینٹ کرنے کا حکم دیا گیا۔ ریکارڈ کے مطابق مارشل لاء کے ختم ہونے سے لے کر آج تک دوکانداروں اور مزدوروں کو ان کے بل کی ایک پائی بھی ادا نہیں کی گئی۔ جبکہ تحریک میں 10 ہزار مسلمانوں کو شہید کرنے' گرفتاری کے دوران بے پناہ ظلم وتشدد کرنے' بغیر مقدمہ چلائے قید وجرمانہ کی سزائیں سنانے کے ''عوض'' حکومت کی طرف سے اعظم خاں کو سندھ میں ایک ہزار سے زائد ایکڑ اراضی' لاہور کینٹ میں 30 کنال کی انتہائی قیمتی کوٹھی' گلبرگ میں 35 کنال کا بیش قیمت پلاٹ الاٹ ہوا۔ جبکہ جسٹس منیر کو سندھ میں 150 ایکڑ اور میاں انور علی آئی جی کو 240 ایکڑ اراضی ''انعام'' کے طور پر الاٹ ہوئی۔

؎ اے انقلاب وقت تیری رفعتوں کی خیر
چوروں کو احترام کے قابل بنا دیا

پاکستان میں تحقیق اور تاریخی کتب شائع کرنے کا دعویٰ کرنے والے سید قاسم محمود کے زیر ادارت شائع ہونے والے شاہکار میگزین کے شمارہ نمبر 6 (ستمبر 2001ء) میں جناب بدر منیر کی غیر مطبوعہ کتاب ''جنرل اعظم خان'' (جسے شاہکار جریدی کتاب کا نام دیا گیا ہے) شائع ہوئی جس میں مصنف کا اعظم خان سے لیا گیا اپنا ایک انٹرویو بھی شامل ہے۔ اس انٹرویو میں اعظم خاں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ''ختم نبوت کی تحریک میں صرف تیرہ افراد جاں بحق ہوئے'' حالانکہ حکومتی ریکارڈ کے مطابق اس مقدس تحریک میں 10 ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا جبکہ غیر سرکاری اعداد وشمار اس سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ اس تحریک میں صرف 13 افراد کی شہادت اس صدی کا ''شاہکار'' جھوٹ ہے جس کے انکشاف پر اسے شائع کرنے کا اعزاز حاصل کرنے والے مختلف انسائیکلوپیڈیاز کے مصنف اور محقق جناب سید قاسم محمود کو ''صدارتی ایوارڈ برائے جھوٹ'' ملنا چاہیے۔

یہ بھی میرا قصور کہ تم ہو دروغ گو

مذکورہ کتاب کے ص 7 پر اعظم خاں کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا گیا کہ "قوم ان کی بے پناہ صلاحیتوں سے استفادہ نہیں کر سکی' یہ قوم کی بدقسمتی ہے" لطیفہ یہ ہے کہ جب اعظم خاں 14 ستمبر 1994ء کو فوت ہوئے تو محکمہ انکم ٹیکس کے ریکارڈ کے مطابق ان پر 3 کروڑ روپے کا انکم ٹیکس واجب الادا تھا جو آج تک ادا نہیں کیا گیا اور نہ ہی محکمہ نے پورے ملک میں ان کی پھیلی ہوئی اربوں روپے کی جائیداد میں سے کچھ ضبط کیا۔ ہاتھ لا استاد...... کیوں کیسی رہی!

ظلم پھر مکر و فن سے جیت گیا

ختم نبوت کی مقدس تحریک میں جن بدنصیبوں نے ہزاروں مسلمانوں کے پاکیزہ خون سے ہاتھ رنگے' ان میں سکندر مرزا' غلام محمد ملک' انور علی آئی جی' جسٹس منیر سمیت کئی بدبخت شامل ہیں۔ مجاہد ختم نبوت جناب آغا شورش کاشمیری بیان کرتے ہیں کہ "سردار عبدالرب نشتر راقم کے بہترین دوست تھے' ان سے اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو فرمایا" "جن لوگوں نے شیدائیان ختم نبوت کو شہید کیا اور ان کے خون سے ہولی کھیلی ہے' میں اندر خانہ کے رازدار کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ اُن پر کیا بیت رہی ہے؟ اور وہ کن حادثات و سانحات کا شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کا اطمینان سلب کر لیا اور ان کی روحوں کو سرطان میں مبتلا کر دیا ہے"۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کے ساتھ ایسی ایسی شرمناک وارداتیں ہوئیں کہ بیٹیوں والے ایک شریف انسان کے لیے اس کا تذکرہ ممکن نہیں۔" "میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلتا ہے اور انھیں مسلمانوں پر فوقیت دیتا ہے۔ اس کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ ان کا ہوا۔ یہ لوگ اقتدار کے ایوانوں میں خود کو قیصر و کسریٰ کے نمائندے سمجھتے تھے' ان کا جلال اور دبدبہ کسی فرعون سے کم نہ تھا مگر جو ذلت و رسوائی انھیں ملی' اس کی مثال پہلے کہیں نہیں ملتی۔ قادیانی نوازوں سے ایسا ہی سلوک ہونا چاہیے تھا اور وہ اسی کے مستحق تھے' قدرت کی لاٹھی بڑی بے آواز ہے اور آئندہ بھی اس واقعہ سے عبرت نہ پکڑنے والے انتظار کریں۔ قدرت ان سے اس سے بھی زیادہ بدترین اور بھیانک سلوک کرے گی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

لاہور کی فضاؤں میں شہدائے تحریک کے لہو کی خوشبو آج بھی محسوس ہوتی ہے۔ وہ خوش نصیب جنھیں اس تحریک میں قبائے شہادت نصیب ہوئی' ان کے لہو کی حرارت آج بھی جذبوں کو جلا دے رہی ہے...... ان کی موت' حیات جاوداں ہے...... یہ لوگ فتح و ظفر کے روشن باب ہیں...... ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں قادیانی دجل و فریب اور مکر و تلبیس کی ایسی کمر ٹوٹی کہ وہ متفقہ طور پر 7 ستمبر 1974ء کو غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ صدر محمد ضیاء الحق کے دور میں انہیں تمام شعائر اسلامی استعمال

کرنے سے روک دیا گیا...... ملک کی اعلیٰ عدالتوں نے ضیاء الحق کے اس اقدام کی توثیق کرتے ہوئے اسے اسلام کی روح کے عین مطابق قرار دیا۔ پاکستان پر اقتدار کا خواب دیکھنے والا قادیانی پردھان منتری مرزا طاہر گرفتاری کے ڈر سے برقع پہن کر رات کی تاریکی میں اپنے ''ننھیال'' برطانیہ فرار ہو گیا۔ آج ربوہ میں خاک اڑ رہی ہے...... ان کے کفریہ عقائد و افکار ''کھائے ہوئے بوسے'' کی مانند ربوہ کی پر تعفن گلیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس پر جذام کی سی کیفیت طاری ہے۔ آج کوئی قادیانی کھلے عام اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر نہیں کرسکتا بلکہ کوئی ایسی مرئی و غیر مرئی حرکت نہیں کرسکتا۔ جس سے وہ مسلمان ظاہر ہو۔

ابلیسانہ تلبیس و التباس کے حامی قادیانیوں کے کفریہ عقائد اور ان کی اسلام کش سرگرمیوں کے بارے میں ایک صدی سے علمی اور عملی طور پر بہت کچھ کیا جا چکا ہے۔ بے شمار کتابیں اور رسائل...... کسی بھی جرح سے نہ ٹوٹنے والے دلائل و براہین...... لاکھوں مناظرے اور مباحثے...... ہر جگہ قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی...... مگر کمال ڈھٹائی ہے کہ نہیں مانتے...... بے شرمی کی ایک حد ہوتی ہے مگر قادیانی اسے بھی پھلانگ گئے ہیں...... صرف ایک ہی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ ''صرف قادیانی'' سچے ہیں اور دیگر تمام ''غیر قادیانی'' جھوٹے...... ان حالات میں ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی غیر جانبدار ادارہ ہو جہاں مسلمان اور قادیانی دونوں اپنا اپنا موقف بلا روک ٹوک' بلا کم و کاست اور بلا خوف و خطر پیش کریں ان پر ہر طرح کی بے رحم جرح ہو تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

ستمبر 1974ء میں ملک کی منتخب قومی اسمبلی نے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر انسانی عقل سے ماوراء قادیانی عقائد کے حوالہ سے جرح کرتے ہوئے 13 روز کی طویل بحث کے بعد متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ پارلیمنٹ کی یہ مستند دستاویز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے قومی اسمبلی کے ریکارڈ سے حاصل کر کے ''پارلیمنٹ میں قادیانی شکست'' کے نام سے حرف بہ حرف مرتب کردی ہے' یہ تاریخی بحث پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے اور ہر ذی شعور مسلمان کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

آئین کے آرٹیکل 260 کے مطابق قادیانی اور لاہوری گروپ غیر مسلم اقلیت ہیں۔ ریاست مخالف' قانون دشمن اور آئین شکن اس سرکش جماعت نے پارلیمنٹ کے اس متفقہ آئینی فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ کمال ڈھٹائی سے آج تک خود کو مسلمان اور مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ منتخب پارلیمنٹ کے اس تاریخی فیصلہ پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ایک انٹرویو میں قادیانی جماعت کے سرکردہ راہنما اور معروف سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام نے کہا تھا کہ

"جو سلوک مسٹر بھٹو نے قادیانیوں سے کیا ہے اس پر میں یہی دعا کروں گا کہ نہ صرف مسٹر بھٹو بلکہ ان تمام کا بھی بیڑا غرق ہو جو اس فیصلے کے ذمہ دار ہیں۔"

(ہفت روزہ بادبان لاہور جلد 7 شمارہ 5-18 مئی 1979ء)

25 جولائی 1974ء کو جسٹس صمدانی ٹریبونل میں فوری نوعیت کا ایک بیان سماعت کیا گیا۔ فاضل ٹریبونل نے 31 اگست کو اس کے اہم اجزاء خبر رساں ایجنسیوں کے حوالے کیے جو آئندہ روز اخبارات میں اشاعت پذیر ہوئے۔ بیان ہوا کہ جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کی صدارت میں بعض سرکردہ قادیانیوں نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو راستے سے ہٹا دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ پروگرام یہ بنا کہ ایک تقریب میں انھیں قتل کر دیا جائے۔ اس سے پہلے ایئر مارشل ظفر چوہدری جو متعصب اور کٹر قادیانی ہے اور رشتہ کے لحاظ سے سر ظفر اللہ خاں قادیانی کا حقیقی بھتیجا اور میجر جنرل نذیر احمد قادیانی کا ہم زلف ہے' نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی جو ناکام بنا دی گئی۔ گروپ کیپٹن عبدالستار کے بقول انھوں نے جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی قادیانی سازش سے کئی ہفتے قبل باخبر کر دیا تھا۔

قادیانیوں کو آئین میں غیر مسلم اقلیت قرار دلانے والے جناب ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی پر قادیانیوں نے جشن منایا اور مٹھائیاں تقسیم کیں اور اپنے جھوٹے مدعی نبوت اور انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا قادیانی علیہ ماعلیہ کی کتابوں کو کھنگالنا شروع کر دیا کہ شائد کوئی ایسا لفظ مل جائے جسے وہ الہام بنا کر جناب بھٹو پر چسپاں کر سکیں' طویل تلاش و بسیار کے بعد مرزا قادیانی کی ایک نام نہاد وحی ملی کہ

"ایک شخص کی موت کی نسبت خدا تعالیٰ نے اعداد تہجی میں مجھے خبر دی جس کا ماحصل یہ ہے کہ (کلب یموت علیٰ کلب) یعنی وہ کتا ہے اور کتے کے عدد پر مرے گا۔ جو باون سال پر دلالت کر رہے ہیں یعنی اس کی عمر باون سال سے تجاوز نہیں کرے گی جب باون سال کے اندر قدم دھرے گا۔ تب اسی سال کے اندر اندر راہی ملک بقاء ہوگا۔"

(ازالہ اوہام ص 187- مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 190 از مرزا قادیانی)

اس خود ساختہ اور من گھڑت الہام کو سچا ثابت کرنے کے لیے کتے کے اعداد نکالے جو 52 بنتے ہیں اور پھر اسے جناب بھٹو مرحوم پر چسپاں کر دیا کہ چونکہ بھٹو صاحب کو 52 سال کی عمر میں پھانسی ہوئی اور مرزا قادیانی کا یہ الہام بھٹو صاحب کے بارے میں ہے' لہٰذا کتا (بھٹو) کتے کی موت مر گیا (استغفر اللہ) اس موقع پر مولانا تاج محمودؒ نے اپنے پرچہ ہفت روزہ "لولاک" میں لکھا تھا کہ

"یہ الہام نہیں بلکہ مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے مرزا محمود کو کسی شرارت پر جھڑکا ہوگا اور کہہ دیا ہوگا کہ "یہ کتا ہے' کتے کی موت مرے گا" ماں باپ خواہ مسلمان ہوں یا مرزا قادیانی کی طرح کافر و مرتد اور زندیق ہوں' ان کی بددعا اکثر و

بیشتر اولاد کے بارے میں اپنا اثر دکھاتی ہے' چنانچہ مرزا قادیانی کی اس بددعا نے (جسے الہام بنا دیا گیا) اپنا اثر دکھایا اور مرزا محمود گیارہ سال تک خارش زدہ باؤلے کتے کی طرح ایک علیحدہ کمرے میں قید رہا' جس کے ساتھ کسی کو ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ آخری دنوں میں تو اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ کتے کی طرح بھونکتا تھا۔ چونکہ مرزا محمود کی عمر باون سال تھی اور ''کلب'' کے عدد بھی 52 ہوتے ہیں' لہٰذا یہ بددعا مرزا محمود کو لگی اور وہ کتے کے عدد پر مر گیا''۔

قادیانیوں کا بھٹو کے خلاف فیصلہ کے بارے میں جو نقطہ نظر تھا' وہ مشہور قادیانی چوہدری ظفر اللہ خاں کے ایک انٹرویو کی صورت میں ''سیاسی اتار چڑھاؤ از منیر احمد خان'' میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں اس نے بھٹو صاحب کے بارے میں اسی قسم کی بکواس کی ہے۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران لندن میں ایک پریس کانفرنس میں سر ظفر اللہ خاں نے بھٹو مرحوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''آپ بدعہد ہیں' ناقابل اعتماد ہیں' احسان فراموش ہیں'' حالانکہ بھٹو مرحوم نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا کہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ ان کی یہ شاندار خدمت تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے اور اس معاملے میں ہم انھیں ملک و ملت کا محسن گردانتے ہیں۔

17 مئی 1977ء سے 4 اپریل 1979ء تک کرنل رفیع الدین نے سنٹرل جیل راولپنڈی میں مارشل لاء انتظامیہ کی جانب سے سپیشل سیکورٹی سپرنٹنڈنٹ کے فرائض سرانجام دیئے جہاں سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو رکھا گیا تھا۔ انہوں نے اسی عرصۂ ملازمت کے مشاہدات' تجربات اور محسوسات پر مبنی ایک کتاب ''بھٹو کے آخری 323 دن'' لکھی جس میں وہ لکھتے ہیں:

> ''احمدیہ مسئلہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا۔ ایک دفعہ کہنے لگے' رفیع! یہ لوگ چاہتے تھے کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔ ایک بار بھٹو نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دیا ہے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع! کیا قادیانی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بددعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھڑی میں پڑا ہوا ہوں۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ ''بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ تو حضرت محمد ﷺ کو آخری پیغمبر ہی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے ہی اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ پھر کہنے لگے میں تو بڑا گناہ گار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے''۔ بھٹو صاحب کی باتوں سے میں یہ اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید ان کو گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔''

صدر محمد ضیاء الحق نے اپنے دور حکومت میں قادیانیوں کو شعائر اسلامی استعمال کرنے سے باز رکھنے کے لئے 26 اپریل 1984ء کو ایک صدارتی آرڈیننس نمبر 20 جاری کیا جس کی رو سے کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کو بطور اسلام پیش کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ قادیانیوں نے اس آرڈیننس کو "حقوق انسانی" کے منافی سمجھا اور اس کے خلاف پوری دنیا میں شور مچایا۔ تمام اسلام دشمن طاقتیں بالخصوص بھارت اور مغربی میڈیا ان کی حمایت میں کھل کر سامنے آ گیا لیکن مسلمانان پاکستان کی بلند ہمتی اور اسلامی جذبوں سے سرشار ملی یکجہتی کی بدولت قادیانی پوری دنیا میں ذلیل و رسواء ہوئے۔ بالآخر قادیانیوں نے اس آرڈیننس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جہاں ان کی رٹ درخواست خارج کرتے ہوئے جج صاحبان نے متفقہ طور پر اس آرڈیننس کو درست قرار دیا اور قادیانیوں کے بارے میں اپنے تاریخی فیصلہ لکھا:

"قادیانی امت مسلمہ کا حصہ نہیں ہیں۔ اس بات کو خود ان کا اپنا طرز عمل خوب واضح کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام مسلمان کافر ہیں۔ وہ ایک الگ امت ہیں۔ یہ متناقض ہے کہ انہوں نے امت مسلمہ کی جگہ لے لی ہے اور مسلمانوں کو اس امت سے خارج قرار دیا ہے۔ مسلمان انہیں امت مسلمہ سے خارج قرار دیتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس امت سے خارج سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں ایک ہی امت میں سے نہیں ہو سکتے۔ یہ سوال کہ امت مسلمہ کے افراد کون ہیں؟ برطانوی ہندوستان میں کسی ادارے کے موجود نہ ہونے کی بنا پر حل نہ ہو سکا' لیکن اسلامی ریاست میں اس موضوع کو طے کرنے کے لیے ادارے موجود ہیں اور اس لیے اب کوئی مشکل درپیش نہیں ہے۔"

جناب جسٹس فخر عالم

جناب جسٹس چوہدری محمد صادق

جناب جسٹس مولانا ملک غلام علی

جناب جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی

(PLD 1985 FSC8)

قادیانیوں نے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ شریعت ایپلیٹ بنچ میں اپیل کی' جس نے قادیانیوں کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے لکھا:

"اس ترمیم نے مرزا قادیانی کے پیروکاروں' جو عموماً احمدیوں کے نام سے معروف ہیں' غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔ یہ ترمیم جمہوری' پارلیمانی' نیز عدالتی طریقے پر کی گئی تھی اور پورے

ہاؤس پر مشتمل خاص کمیٹی کی طویل روئیداد کے دوران احمدیوں کے دونوں گروہوں کے مسلمہ لیڈروں کو بھی اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے کا پورا موقع فراہم کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کو پیش کی جانے والی قرارداد میں (جس کے محرکین میں دوسروں کے علاوہ واحد رکن بھی شامل تھا' جس نے بعد میں واک آؤٹ کیا تھا) یہ تصریح بھی موجود تھی کہ "احمدی اندرونی اور بیرونی سطح پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔" اور یہ کہ "اس وقت مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس نے' جس میں دنیا بھر سے 140 وفود نے شرکت کی تھی' بالاتفاق قرار دیا کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سرگرم عمل ایک تخریبی تحریک ہے' جو دھوکے اور مکاری سے ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔" (مباحثہ قومی اسمبلی پارلیمنٹ' جلد 4'1974ء)"

جناب جسٹس محمد افضل ظلہ چیئرمین

جناب جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ

جناب جسٹس شفیع الرحمٰن

جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

جناب جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی

(PLD 1988 SC167)

لاہور ہائی کورٹ کے جناب جسٹس محمد رفیق تارڑ نے قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک فیصلے میں لکھا:

"مرزا قادیانی نے بذات خود "محمد رسول اللہ" ہونے کا اعلان کیا اور ان تمام لوگوں کے خلاف بے حد غلیظ زبان استعمال کی' جنہوں نے اس کی جھوٹی نبوت کے دعوے کو مسترد کیا اور اس (مرزا قادیانی) نے خود اعلان کیا کہ وہ برطانوی سامراج کی پیداوار یعنی اس کا "خود کاشتہ پودا" ہے۔ لہٰذا جب وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خود "محمد رسول اللہ" ہے اور اس کے پیروکار اس کو ایسا ہی مانتے ہیں' تو اس صورت میں وہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی شدید توہین اور تحقیر کے مرتکب ہوتے ہیں۔"

(پی ایل ڈی' 1987ء لاہور' 458)

بلوچستان ہائی کورٹ کے جناب جسٹس امیر الملک مینگل نے قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک فیصلے میں لکھا:

"خواہ کچھ بھی ہو' موجودہ مقدمے میں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان قادیانیوں کی نیت کیا تھی جب وہ کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر گلیوں کے ہجوم میں گھومتے پھرے؟ اس کی صریح وجہ یہی نظر آتی ہے کہ مذکورہ سائلان لوگوں سے یہ منوانے کا ارادہ رکھتے تھے کہ وہ مسلم ہیں۔ یہی بات ان کی طرف سے مجرمانہ نیت یا مجرم ضمیر (mens rea) کا اظہار کرتی ہے۔ لہٰذا اس مقدمے کے تسلیم کردہ واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے' اس موضوع پر بحث نہیں کی جاسکتی کہ سائلان کا یہ فعل کسی مجرمانہ ارادے یا مجرم ضمیر کے بغیر تھا کیونکہ سائلان اس بات کی کوئی دلیل بیان کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ انھوں نے شہر کے پُر ہجوم بازاروں میں چلتے پھرتے وقت کلمہ طیبہ کے بیج کس وجہ سے لگا رکھے تھے' سوائے اس کے کہ وہ مسلم ہونے کا بہانہ کرتے تھے یا دوسروں سے خود کو مسلم منوانا چاہتے تھے"۔

(پی ایل ڈی' 1988ء کوئٹہ' 22)

لاہور ہائی کورٹ کے جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خاں نے قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک فیصلے میں لکھا:

"مرزا صاحب کے مخصوص دعویٰ کے پیش نظر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ احمدی' مرزا صاحب کو حضرت محمدؐ کا بدل مانتے ہیں' اس لیے جھنڈوں پر لکھے ہوئے اور بیجوں پر تحریر شدہ الفاظ "محمد رسول اللہ" کا استعمال ہر احمدی کی اپنی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا رسول اکرمؐ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ ایسا فعل دفعہ 295-سی ت پ کے دائرہ میں آتا ہے"...... "عام لوگ یعنی امت مسلمہ احمدیوں کی سرگرمیوں اور ان کے مذہب کی تبلیغ کی مزاحمت و مخالفت کرتی ہے تاکہ ان کے مذہب کا اصل دھارا پاک صاف اور غلاظت سے محفوظ رہے اور امت کی یکجہتی بھی برقرار رہے۔ ایسا کرنے سے قادیانیوں کے اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق پر نہ کوئی زد پڑی ہے' نہ اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔"

(پی ایل ڈی 1992ء' لاہور 1)

لاہور ہائی کورٹ کے جناب جسٹس میاں نذیر اختر نے قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک فیصلے میں لکھا:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی یا مرزا قادیانی کے دوسرے پیروکار زیر دفعہ 298-بی پی پی سی کے تحت کچھ مخصوص کلمات مثلاً امیر المومنین' خلیفۃ المومنین' خلیفۃ المسلمین' صحابی یا اہل بیت وغیرہ کا استعمال نہیں کر سکتے۔ تاہم یہ مذکورہ ممنوعہ کلمات' قادیانیوں کو اس بات کا لائسنس

نہیں دے دیتے کہ وہ دیگر اس قسم کے مشابہہ کلمات یا شعائر اسلام استعمال کریں جو عام طور پر عام مسلمان استعمال کرتے ہیں کیونکہ اس طرح کرنے سے یہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہے ہوں گے' جو قانون کے مطابق ممنوع ہے"۔

(1992 پی سی آر ایل سپ 2351)

سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ نے قادیانیوں کے خلاف اپنے تاریخ ساز فیصلے میں لکھا:

"پس یہ بات واضح ہے کہ دستور نے اسلامی احکام کو' جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں ہیں' منضبط حقیقی اور موثر قانون کے طور پر اپنا لیا ہے معاملہ کی اس صورت میں اسلامی احکام ہی' جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں درج ہیں' اب حقیقی قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ آرٹیکل 2-اے' نے اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو موثر اور واجب التعمیل بنا دیا ہے۔ اسی آرٹیکل کی بدولت قرارداد مقاصد میں درج قانونی احکام اور قانون کے اصول موثر اور آئین کا مستقل حصہ بن گئے ہیں۔ اس لئے انسان کا بنایا ہوا ہر قانون احکام اسلام کے مطابق' جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں مذکورہ ہیں' ہونا چاہیے اور آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق بھی اسلامی نظریات و تعلیمات کے منافی نہیں ہونے چاہئیں"۔

"امر واقعہ یہ ہے کہ احمدیوں نے باطنی طور پر اپنے بارے میں حقیقی مسلمان برادری ہونے کا اعلان کر رکھا ہے' انہوں نے خود کو اصل امت مسلمہ سے' اس بنا پر الگ کر لیا ہے اور مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں کہ مسلمان' مرزا قادیانی' بانی جماعت احمدیہ' کو پیغمبر اور مسیح موعود کیوں نہیں مانتے' یہ عقیدہ خود مرزا صاحب کی ہدایات کے تحت اپنایا گیا ہے' جو برملا کہتا تھا کہ:

□ "میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد جن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے' وہ مجھے نہیں مانتے"۔ ("آئینہ کمالات اسلام" ص 547-548) ...... (مندرجہ "روحانی خزائن" ص 548 547_ج5)

ایک "نبی" نے جو زبان استعمال کی ہے اور مخاطبوں پر اس کا جو اثر ہو سکتا ہے' وہ قابل غور ہے۔

□ ایسی لغو اور بے ہودہ زبان کے استعمال کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی

ہیں' لیکن ہم صرف ایک اور مثال دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

"دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں"۔

("نجم الہدیٰ" از مرزا قادیانی ص 10)......(مندرجہ "روحانی خزائن" ص 53 ج 14)

- مرزا قادیانی کے حوالے سے اس کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے (جو کہ اس کا بیٹا بھی ہے) بحوالہ "الفضل" مورخہ 30 جولائی 1931ء طلباء سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کی مرکزی جماعت کے ساتھ علاقہ ورشتہ کے بارے میں انہیں اس طرح نصیحت کی کہ:

"مرزا قادیانی صاحب کے زمانہ سے یہ بحث چلی آ رہی ہے کہ آیا احمدیوں کے لیے دینیات کی تعلیم کے مستقل مراکز ہونے چاہئیں یا نہیں۔ ایک نقطۂ نظر اس کے خلاف تھا۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ احمدیوں اور مسلمانوں کے مابین چند اختلافات حضرت صاحب نے دور کر دیئے تھے اور انہوں نے صرف معقولات کی تعلیم دی ہے۔ جہاں تک دوسرے علوم کا تعلق ہے' ان کی تعلیم دوسرے اسکولوں میں حاصل کی جاسکتی ہے' دوسرا نقطۂ نظر اس کی حمایت میں تھا۔ پھر خود مرزا صاحب نے اس کی اس طرح وضاحت کی کہ یہ کہنا درست نہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ احمدیوں کا اختلاف محض حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت اور بعض دوسرے مسائل پر ہے' ان کے مطابق یہ اختلافات وجود باری تعالیٰ' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات' قرآن' نماز' روزہ' حج اور زکوۃ کے بارے میں بھی ہیں۔ پھر انہوں نے ہر ایک نکتہ کو تفصیل سے بیان کیا"۔

"اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی آئی ہے کہ:

- "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا' اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا' اور تیرا مخالف رہے گا' وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے" (اشتہار "معیار الاخیار" منجانب مرزا قادیانی' ص 8)......مندرجہ مجموعہ اشتہارات' ص 275' ج 3)

- اپنے عقیدت مندوں سے خطاب کرتے ہوئے مرزا صاحب نے کہا:

"پس یاد رکھو کہ جب کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے' تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو"

("اربعین نمبر 3" ص 28 حاشیہ)...... مندرجہ "روحانی خزائن" ص 417' ج17)

□ "اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ' خدا کا مامور' خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے"۔ ("انجام آتھم" از مرزا قادیانی' ص 62)...... (مندرجہ "روحانی خزائن" ص62 ج11)

□ "جو میرے مخالف تھے' ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا"۔ ("نزول المسیح" قادیان' 1909ء' ص 4)...... (مندرجہ "روحانی خزائن" ص 383' حاشیہ' جلد18)

□ "جو مجھے نہیں مانتا' وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی ہے"۔ ("حقیقت الوحی" 1906ء' ص163- 164) مندرجہ "روحانی خزائن" ص168' جلد22)

□ کہا جاتا ہے کہ کسی نے مرزا صاحب سے جب یہ سوال کیا کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے' جو انہیں کافر سمجھتے ہیں' تو انہوں نے ایک طویل جواب کے آخر میں کہا:

"ایسے اماموں کی طرف سے ان لوگوں کی بابت طویل اشتہار شائع ہونا چاہیے جو مجھے کافر کہتے ہیں' تب میں انہیں مسلمان سمجھوں گا تاکہ تم ان کی امامت میں نماز پڑھ سکو" ("بدر" 24 مئی 1908ء جیسا کہ اسے "مجموعہ فتاویٰ احمدیہ" جلد اول' ص 307 پر نقل کیا گیا ہے)

□ "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی کہ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا' وہ مسلمان نہیں"۔ دیکھیے مرزا قادیانی کا خط ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کے نام' حقیقت الوحی" ص 163)...... (مندرجہ "روحانی خزائن" ص 167' جلد22)

□ "اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم اور حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب

دے سکے' انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولدالحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔" (دیکھئے "انوار الاسلام" از مرزا غلام احمد قادیانی' ص 30)...... (مندرجہ "روحانی خزائن" ص 31' جلد 9)

اسی طرح کی دیگر تحریریں ڈھیروں کی صورت میں موجود ہیں جو نہ صرف مرزا صاحب کے اپنے قلم سے ہیں بلکہ اس کے نام نہاد خلفاء اور پیروکاروں نے بھی لکھی ہیں جو کسی شک وشبہ کے بغیر ثابت کرتی ہیں کہ وہ مذہبی لحاظ سے اور معاشرتی طور پر مسلمانوں سے ایک الگ اور مختلف برادری ہیں۔

سر محمد ظفر اللہ خاں قادیانی نے پاکستان کا وزیر خارجہ ہوتے ہوئے بابائے قوم قائداعظم کی نماز جنازہ میں شامل ہونے اور انہیں آخری خراج عقیدت پیش کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ اسے غیر مسلم ریاست کا مسلمان وزیر خارجہ یا مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر خارجہ سمجھ لیا جائے۔ (روزنامہ "زمیندار" لاہور' مورخہ 8 فروری 1950ء)

مرزا قادیانی نے اپنے ماننے والوں کو غیر احمدیوں کے ساتھ اپنی بچیوں کے نکاح کرنے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔ اس کے بقول مسلمانوں کی بڑی جماعت کو زیادہ سے زیادہ نصاریٰ کی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

کلمہ ایک اقرار نامہ ہے جسے پڑھ کر غیر مسلم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے' یہ عربی زبان میں ہے اور مسلمانوں کے لیے خاص ہے جو اسے نہ صرف اپنے عقیدہ کے اظہار کے لیے پڑھتے ہیں بلکہ روحانی ترقی کے لیے بھی اکثر اس کا ورد کرتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کے معنی ہیں "خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے رسول ہیں" اس کے برعکس قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی (نعوذ باللہ) حضرت محمدؐ کا بروز ہے۔ مرزا قادیانی نے کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" (اشاعت سوم ربوہ صفحہ 4) میں لکھا ہے:

- سورۃ الفتح کی آیت نمبر 29 کے نزول میں محمدؐ کو اللہ کا رسول کہا گیا ہے...... اللہ نے اس کا نام محمد رکھا" (مندرجہ "روحانی خزائن" ص 207' جلد 18)
- روزنامہ "بدر" (قادیان) کی اشاعت 25 اکتوبر 1906 میں قاضی

ظہورالدین اکمل سابق ایڈیٹر "Review Of Religions" کی ایک نظم شائع ہوئی تھی، جس کے ایک بند کا مفہوم اس طرح ہے "محمدؐ پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ میں دوبارہ آ گئے ہیں، جو کوئی محمدؐ کو ان کی مکمل شان کے ساتھ دیکھنے کا متمنی ہو اسے چاہیے کہ وہ قادیان جائے"۔

"محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں"

یہ نظم مرزا صاحب کو سنائی گئی تو اس نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ (روزنامہ "الفضل" یان، 22 اگست 1944ء)

☐ علاوہ ازیں "اربعین" (جلد 4، صفحہ 17) میں اس نے دعویٰ کیا ہے:
سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں، اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں"۔
(مندرجہ "روحانی خزائن" ص 445-446، جلد 17)

☐ خطبہ الہامیہ (صفحہ 171) (مندرجہ "روحانی خزائن" ص 259، جلد 16) میں اس نے اعلان کیا:
"جو کوئی میرے اور محمدؐ کے مابین فرق کرتا ہے، اس نے نہ تو مجھے دیکھا ہے نہ جانا ہے"۔

☐ مرزا قادیانی نے مزید دعویٰ کیا ہے:
"میں اسم محمد کی تکمیل ہوں یعنی میں، محمد کا ظل ہوں" (دیکھئے حاشیہ "حقیقت الوحی" ص 76)......(مندرجہ "روحانی خزائن" جلد 22)

☐ سورۃ الجمعہ (63) کی آیت نمبر 3 کے پیش نظر جس میں کہا گیا ہے:
"(وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول، خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے) میں ہی آخری نبی اور اس کا بروز ہوں اور خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے محمد کی تجسیم بنایا"۔ (دیکھئے "ایک غلطی کا ازالہ" شائع شدہ از

ربوہ' ص 10-11)......(مندرجہ "روحانی خزائن ص 212 'جلد 18)

☐ "میں وہ آئینہ ہوں جس میں سے محمد کی ذات اور نبوت کا عکس جھلکتا ہے"۔ ("نزول المسیح "' ص 48' (مندرجہ "روحانی خزائن" جلد 18)

☐ "اوپر جو کچھ کہا گیا اس کی روشنی میں مسلمانوں میں اس بات پر عمومی اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ جب کوئی احمدی کلمہ طیبہ پڑھتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے تو اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایسا نبی ہے' جس کی اطاعت واجب ہے اور جو ایسا نہیں کرتا' وہ بے دین ہے' بصورت دیگر وہ خود کو مسلمان کے طور پر پیش کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ یا تو وہ مسلمانوں کی تضحیک کرتے ہیں یا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رسول اکرم کی تعلیمات' صورت حال کی راہنمائی نہیں کرتیں۔ اس لیے جیسی بھی صورت حال ہو' ارتکاب جرم کو ایک نہ ایک طریقہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے"۔

☐ مرزا قادیانی نے نہ صرف یہ کہ اپنی تحریروں میں رسول اکرم کی عظمت وشان کو گھٹانے کی کوشش کی بلکہ بعض مواقع پر ان کا مذاق بھی اڑایا۔ حاشیہ "تحفہ گولڑویہ" ص 165 (مندرجہ "روحانی خزائن" ص 263' جلد 17) میں مرزا قادیانی نے لکھا کہ:

☐ "پیغمبر اسلام اشاعت دین کو مکمل نہیں کر سکے' میں نے اس کی تکمیل کی"۔

ایک اور کتاب میں کہتا ہے:

☐ "رسول اکرمؐ بعض نازل شدہ پیغامات کو نہیں سمجھ سکے اور ان سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں"۔ (دیکھئے "ازالہ اوہام" لاہور طبع' ص 346)...... (مندرجہ "روحانی خزائن ص 472- 473' جلد 3)

اس نے مزید دعویٰ کیا:

☐ "رسول اکرم تین ہزار معجزے رکھتے تھے"۔ ("تحفہ گولڑویہ" ص 67' مندجہ "روحانی خزائن" ص 153' جلد 17)

☐ "جب کہ میرے پاس دس لاکھ نشانیاں ہیں" ("براہین احمدیہ" جلد 5' ص 56...... "روحانی خزائن" ص 72' جلد 21)

☐ (نشان' معجزہ' کرامت ایک چیز ہے۔ "براہین احمدیہ" جلد 5' ص 50' مندرجہ "روحانی خزائن" ص 63' جلد 21)

مزید یہ کہ:

□ ''رسول اکرم نصاریٰ کا تیار کردہ پنیر کھاتے تھے جس میں وہ سور کی چربی ملاتے تھے''۔ (''الفضل'' قادیان' 22 فروری 1924ء)

□ مرزا بشیر احمد نے اپنی تصنیف ''کلمۃ الفصل'' (صفحہ 113) میں لکھا:

''مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے' پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر بڑھایا کہ نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا''۔

اس طرح اور بہت سی تحریریں موجود ہیں لیکن ہم اس ریکارڈ کو مزید گراں بار نہیں کرنا چاہتے۔

□ ''ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ ہر نبی کو مانتا اور اس کا احترام کرتا ہے۔ اس لیے اگر نبی کی شان کے خلاف کچھ کہا جائے تو اس سے مسلمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی' جس سے وہ قانون شکنی پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ اس کا انحصار جذبات پر ہونے والے حملے کی سنگینی پر ہے۔ ہائی کورٹ کے فاضل جج نے مرزائیوں کی کتابوں سے بہت سے حوالے نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے دوسرے انبیائے کرام خصوصاً حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بھی بڑی توہین کی اور ان کی شان گھٹائی۔ (حضرت عیسیٰ کی جگہ وہ خود لینا چاہتا تھا۔ ہم اس سارے مواد کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے' صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی ایک جگہ رقم طراز ہے:

□ ''جو معجزات دوسرے نبیوں کو انفرادی طور پر دیے گئے تھے' وہ سب رسول اکرمؐ کو عطا کیے گئے' پھر وہ سارے معجزے مجھے بخشے گئے کیونکہ میں ان کا بروز ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے نام آدم' ابراہیم' موسیٰ' نوح' داؤد' یوسف' یونس' سلیمان اور عیسیٰ مسیح ہیں''۔ (''ملفوظات'' جلد سوم' ص 270' شائع شدہ ربوہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے:

□ ''حضرت مسیح کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین نانیاں اور دادیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا''۔ (''ضمیمہ انجام آتھم'' حاشیہ 7 ...... مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص 291' جلد 11)

□ ''اس کے برعکس اس کی پاک کتاب قرآن حکیم حضرت عیسیٰؑ ان کی والدہ اور خاندان کی بڑائی بیان کرتی ہے۔ دیکھیے سورۂ آل عمران (3) کی آیات 33 تا 37' 45 تا 47 سورۂ مریم (19) کی آیت 16 تا 32۔ کیا کوئی مسلمان قرآن کے خلاف کچھ کہنے کی جسارت کرسکتا ہے اور جو ایسی حماقت کرے' کیا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ ایسی صورت میں مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار کیسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا قادیانی پر اسی کی مذکورہ بالا تحریروں کی بنا پر توہین مذہب ایکٹ مجریہ 1679ء کے تحت عیسائیت کی توہین کے جرم میں کسی انگریزی عدالت میں ملزم قرار دے کر سزا دی جاسکتی تھی' مگر ایسا نہیں کیا گیا''۔

□ ''ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو لازم ہے کہ رسول اکرمؐ کے ساتھ اپنے بچوں' خاندان' والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے''۔ (''صحیح بخاری''' ''کتاب الایمان''' ''باب حب الرسول من الایمان'')

کیا ایسی صورت میں کوئی' کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے' پڑھنے یا دیکھنے کے بعد آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

□ ''ہمیں اس پس منظر میں احمدیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر احمدیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے' جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور ''رشدی'' تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان' مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں' حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جاسکتی ہے) ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی بلے کارڈ' بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر

لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرمؐ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے' جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تا کہ امن و امان برقرار رکھا جا سکے۔ اس صورت حال میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے' یہ عدالت انہیں کالعدم نہیں کر سکتی۔ وہ اس معاملے میں بہترین جج ہیں تاوقتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اس کے برعکس ثابت نہ کیا جائے''۔

جناب جسٹس عبدالقدیر چودھری
جناب جسٹس ولی محمد خاں
جناب جسٹس محمد افضل لون
جناب جسٹس سلیم اختر

(1993 S.C.M.R 1718)

قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلوں کے مندرجہ بالا اقتباسات سے ایک بات صاف عیاں ہے کہ ان کے نزدیک امتناع قادیانیت آرڈیننس نہ صرف آئین کے مطابق ہے بلکہ یہ ملک میں امن و امان کے تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔ اعلیٰ عدالتوں کے اتنے سارے فیصلوں کی موجودگی میں کسی ذی شعور کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ حکومت سے اس آرڈیننس کے خاتمہ کا مطالبہ کرے۔ ایسا مطالبہ کرنے کا مطلب قادیانیوں کو شعائر اسلامی کی بے حرمتی کی کھلی چھٹی دینا اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنا ہے جو ملک عزیز میں امن و امان کا مسئلہ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ جو شخص اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کو ماننے سے انکاری ہو اور بلاوجہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اکڑا رہے تو پھر اس کا وہی علاج ہے جس کا وہ مستحق ہے۔ ایسے شخص کو کم از کم الفاظ میں احمق کہا جا سکتا ہے۔ قادیانی اور ان کے حواریوں کو کان کھول کر سن لینا چاہیے بلکہ دل و دماغ میں بٹھا لینا چاہیے کہ یہ خاتم النبیین حضرت محمد عربی ﷺ کے ماننے والوں کا ملک ہے' یہ بے دین' سیکولر اور قانون شکنوں کی جاگیر نہیں۔ ہم آپ سے صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ آپ غلط جگہ پر آ گئے ہیں۔ مناسب رہے گا کہ آپ واپس اپنے آقاؤں کی گود میں چلے جائیں۔ یہاں آپ کے مقاصد پورے ہوں گے اور نہ عزائم۔ یہاں تو آپ

کے لیے بے سکونی ہی بے سکونی ہے۔ یہاں سکندر مرزا' غلام محمد ملک' انور علی اور جنرل اعظم ایسے کئی ہلاکو خاں اپنی پوری فرعونیت اور نمرودیت کے ساتھ آئے جنھوں نے قادیانیوں کو امت مسلمہ کا حصہ بنانے کے لیے پوری سعی کی مگر انھیں منہ کی کھانی پڑی' ذلت و رسوائی کے عمیق اندھیرے گڑھے میں جا گرے اور لعنت ان کا مقدر بن گئی۔

یہ بات معمولی پڑھا لکھا شخص بھی جانتا ہے کہ کسی بھی ملک کی پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی شخص یا جماعت کے بارے میں ملک کے مفاد کے پیش نظر کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ بھی 1974ء کی منتخب پارلیمنٹ نے کیا تھا اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو اپنا موقف پیش کرنے کا پورا پورا موقع دیا گیا اور اس خصوصی اجلاس میں مرزا ناصر احمد نے اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار کی جرح کے دوران تسلیم کیا کہ ملک کی پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی شخص یا جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے سکتی ہے۔ یحییٰ بختیار کی جرح کے دوران مرزا ناصر احمد نے اپنے ان تمام مذہبی عقائد کو تسلیم کیا' جس پر پوری امت مسلمہ کو قادیانیوں سے نہ صرف شدید اختلاف ہے بلکہ وہ اسے' اپنے مذہب میں مداخلت بھی سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں کی ان عقائد پر ہٹ دھرمی کی وجہ سے ملک عزیز میں کئی بار لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال بھی پیدا ہوئی۔ قادیانیوں کے انہی کفریہ عقائد کی بنا پر ملک کی پارلیمنٹ نے 7 ستمبر 1974ء کو انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور یوں ایک 90 سالہ مسئلہ کا آئینی حل وقوع پذیر ہوا۔ اور اب یہ کہنا کہ کسی بھی شخص یا جماعت کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا' جاہلیت اور حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔ آخر تمام دنیا ایمان کی دولت سے آراستہ تو نہیں ہے۔ کسی نہ کسی کو تو غیر مسلم کہنا ہی پڑے گا۔ عیسائی' یہودی' پارسی' سکھ' ہندو' آخر غیر مسلم ہی تو ہیں۔ یہ سب لوگ اپنے عقائد کی بنا پر ہی مسلمانوں سے الگ امت ہیں اگر مذکورہ بالا بات تسلیم کر لی جائے تو دنیا میں کوئی بھی غیر مسلم نہ ہو۔

قادیانی' حقائق کو مسخ' بصیرتوں اور عقلوں کو زنگ آلود کرنے کا ''گر'' جانتے ہیں۔ ان کی افتاد کا یہ عالم ہے کہ یہ مبروص ہاتھ کو ید بیضا' برگ حشیش کو برگ نبات' تعلّی کو تجلّی' اضغاث احلام کو الہام' دم افعی کو دم عیسیٰ اور شرار بو لہبی کو چراغ مصطفوی سمجھتے ہیں۔

میں نے کسی جگہ لکھا تھا کہ اسلام سے بغاوت کی علامت' خوف خدا سے عاری' روز محشر اللہ اور اس کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے سامنے جوابدہی سے یکسر بے نیاز' سانپ کا سا انداز رکھنے والی قادیانی نواز بیوروکریسی اور پولیس انتظامیہ قادیانیوں کی شرانگیزیوں اور اشتعال انگیزیوں پر ہمیشہ پردہ ڈالتی رہی ہے۔ انھوں نے جیسے ٹھان رکھی ہے کہ وہ قادیانیوں کے خلاف حسب ضابطہ کوئی ایکشن

نہیں لیں گے۔ ہم پورے وثوق اور تیقن کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس طبقہ نے ہمیشہ قادیانیوں کی حوصلہ افزائی اور مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کی۔ بہت کم افسران ایسے ہیں جو تعزیرات پاکستان میں موجود قادیانیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں پر پابندی کی دفعہ 298C اور اس کی عدالتی تاریخ سے واقف ہوں۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے پورے پاکستان میں شاید ایک بھی افسر ایسا نہیں جس نے قادیانیوں کی طرف سے توہین رسالت ﷺ کے اجتماعی اور مسلسل ارتکاب پر سپریم کورٹ کے اس تاریخی فیصلہ (ظہیر الدین بنام سرکار 1993 SCMR 1718) کے مطالعہ کی زحمت گوارا کی ہو جو پاکستان میں امن وامان قائم کرنے میں ایک سنگ میل ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ فیصلہ اس وقت قانون کی بھاری کتابوں میں تو موجود ہے مگر انتظامیہ کی سرکشی اور مغرب زدگی کی وجہ سے آج تک اس کے کسی ایک جزو پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا...... اس سے بڑھ کر قانون کے ساتھ اور کیا شرمناک مذاق ہوسکتا ہے؟...... کہ ملک کی منتخب پارلیمنٹ کی طرف سے بھاری اکثریت کے ساتھ منظور کردہ قانون بھی ہو...... اور اس کے صحیح ہونے پر اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے بھی موجود ہوں...... اور پھر عملدرآمد نہ ہو......

فتنہ قادیانیت اسلامی معاشرے کے سینے میں تیر نیم کش کی طرح پیوست ہے۔ اس خلش سے تمام ملت اسلامیہ نڈھال ہے۔ قانون کی بے بسی نے قادیانیت کو حوصلہ دیا۔ آئین اور عدالتی فیصلوں میں قادیانیت کے استیصال کا مکمل نسخہ موجود ہے مگر حکومت چچا سام کی چھتری تلے اپنی مصلحت بینیوں سے عاجز ہے اور مسلمان حکومت کے عجز پر نوحہ کناں ہیں۔ اسلام کا نام استعمال کرنے والے سیکولر سیاسی لیڈر ''کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے'' کہہ کر مہر بلب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور یہ ناسور ہماری اسلامی اقدار کو دیمک کی طرح اندر ہی اندر سے کھائے جارہا ہے۔ اس پر عمل جراحی کب ہو گا...... یہ خدا ہی جانتا ہے۔

بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

اعلیٰ عدالتوں کے یہ تاریخی فیصلے قادیانیوں کی اسلام اور پاکستان کے خلاف گھناؤنی سازشوں، تخریبی کارروائیوں اور دہشت گردانہ عزائم کا مکمل احاطہ کرتے ہیں۔ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلوں کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جماعت جو بظاہر بڑی پر امن اور معصوم نظر آتی ہے ملک وملت کے لئے کتنی خطرناک اور ضرر رساں ہے اور اس کے عزائم کتنے بھیانک ہیں۔ قادیانیوں کا اصل چہرہ بے نقاب ہوتو ناقابل یقین داستانیں سامنے آتی ہیں۔ ان فیصلوں سے...... سوچ کے نئے امکانات اجاگر ہوتے...... کھوج کے نئے در وا ہوتے...... سراغ وجستجو کی نئی جہتیں دریافت ہوتی

......اور...... تحقیق کے اچھوتے مطلعے سامنے آتے ہیں۔

ویل ڈن جج صاحبان...... ویل ڈن...... پوری ملت اسلامیہ کو آپ پر فخر ہے...... ہر مسلمان آپ کے لیے دعا گو ہے...... آغا شورش کاشمیری نے آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔

مسند انصاف پر اسلاف کی تصویر ہیں
آپ گویا بتکدے میں نعرۂ تکبیر ہیں
آپ کو لات و ہبل ہرگز ڈرا سکتے نہیں
آپ کا پرچم سیہ باطن جھکا سکتے نہیں
آپ کو فانی خداؤں سے بھلا کیا واسطہ؟
اونے پونے رہنماؤں سے بھلا کیا واسطہ؟
آپ نے بالا کیا ہے حرمت قانون کو
آپ ہی نے تازگی بخشی وطن کے خون کو
آپ کے دم خم سے ہے انصاف کا حسن و جمال
ورنہ اس دنیا میں ناداروں کا جینا تھا محال

حضرت امی عائشہ صدیقہؓ نے کیا خوب فرمایا ہے: ”حق کا پرستار کبھی ذلیل نہیں ہوتا' چاہے سارا زمانہ اس کے خلاف ہو جائے' باطل کا پیروکار کبھی عزت نہیں پاتا' چاہے چانداس کی پیشانی پر نکل آئے۔“

طالب شفاعت محمدیؐ بروز محشر

محمد متین خالد

